تعارف و تبصرہ کتب

کتاب	:	عربی زبان و ادب کے ارتقاء میں سیّد سلیمان ندوی کی خدمات
مصنفہ	:	ڈاکٹر سطوت ریحانہ
سٹاکسٹ	:	مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی، پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۱
صفحات	:	۲۲۳
سال اشاعت	:	۲۰۰۲ء
قیمت	:	ایک سو ہندوستانی روپے
تبصرہ نگار	:	ڈاکٹر سفیر اختر ☆

دارالعلوم ندوۃ العلماء-لکھنؤ کی تاسیس، جہاں علی گڑھ کالج اور دارالعلوم دیوبند جیسے تعلیمی اداروں کے درمیان پائی جانے والی جدید و قدیم کی خلیج پاٹنے کے لیے عمل میں آئی تھی، وہیں اس کا ایک مقصد طلبہ میں عربی تقریر و تحریر کا ذوق بھی پیدا کرنا تھا۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی (۲۲نومبر ۱۸۸۴-۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء) نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی تاسیس کے چند برس بعد ۱۹۰۱ء میں یہاں داخلہ لیا، اور اپنے زمانۂ طالب علمی میں، جدید و قدیم کے امتزاج کی خواہش رکھنے والے اس ادارے کے مقاصد کی عملی مثال بن گئے۔ انہوں نے علوم دینیہ کے مطالعے کے ساتھ عربی زبان و ادب میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ مقامی اخبارات کے لیے عرب دنیا کے جرائد سے مضامین ترجمہ کرنے لگے تھے، اور جب ۱۹۰۳ء میں نواب محسن الملک (م۱۹۰۷ء) دارالعلوم تشریف لے گئے تو اہل ندوہ نے طالب علم سیّد سلیمان ندوی کا کہا ہوا عربی قصیدہ ان ہی سے پڑھوا کر نواب صاحب کا استقبال کیا۔ ۱۹۰۷ء میں سیّد صاحب نے ندوۃ العلماء کے آخری امتحان میں کامیابی حاصل کی، اور اس سال جلسۂ تقسیمِ اسناد میں خواجہ غلام الثقلین (م ۱۹۱۵ء)، جو اسٹیج پر موجود تھے، کے دیے ہوئے موضوع پر عربی میں برجستہ تقریر کر کے خوب خوب داد حاصل کی۔ یہ، سیّد صاحب کی عربی زبان میں مہارت کی ابتدائی علامتیں تھیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء سے سندِ فراغ لینے کے بعد سیّد صاحب اپنے استاذِ گرامی علامہ شبلی نعمانی

☆ چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی-اسلام آباد

(م ۱۹۱۴ء) کے مشورے پر وہیں عربی زبان کی تدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ اس تدریسی دور میں انہوں نے طلبہ کی ضرورت کے تحت پہلے درسی کتاب ''دروس الادب'' (دو حصے) تالیف کی، اور پھر وقت کی تبدیلی کے ساتھ عربی زبان میں در آنے والے چار ہزار جدید الفاظ و تراکیب پر مشتمل فرہنگ، ''لغاتِ جدیدہ'' (اشاعت اوّل: ۱۹۱۲ء) کے نام سے مرتب کی۔ ان درسی کتابوں کے ساتھ انہوں نے لکھنو سے شائع ہونے والی عربی مجلّے ''البیان'' میں تسلسل کے ساتھ مضامین لکھے۔ (اُن کی بعض عربی منظومات بھی ''البیان'' میں شائع ہوئی ہیں)، نیز عربی سیکھنے کی خواہش رکھنے والے طلبہ، اور بعض اہل علم کے ساتھ مراسلت کے لیے عربی کو اُردو زبان پر ترجیح دی۔ علامہ شبلی نعمانی کی رحلت کے بعد، جب دارالمصنفین-اعظم گڑھ اُن کی توجہ کا بڑا مرکز تھا، انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے اپنا تعلق بدستور قائم رکھا، اور اس کے مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں رہے۔ مئی ۱۹۳۲ء میں اُن کی کوششوں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنا پہلا عربی مجلّہ ''الضیاء'' جاری کیا جو اُن کی نگرانی میں مولانا مسعود عالم ندوی (م ۱۹۵۴ء) مرتب کرتے تھے۔ ''الضیاء'' کی تقریباً چار سالہ اشاعت کے دوران میں انہوں نے مدیر کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ''الضیاء'' کے لیے خود مضامین لکھے، اور اپنے اُردو مضامین کے عربی تراجم کی نوک پلک درست کرنے میں مدد دی۔ دارالمصنفین-اعظم گڑھ سے وابستگی کے تحت انہوں نے بعض عربی کتابوں پر مقدمے لکھے، اور عربی زبان کے توسط سے عرب دنیا کے اہل علم سے روابط قائم رکھے تھے۔

سیّد سلیمان ندوی کی سوانح حیات اور علمی و ادبی خدمات پر متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے: عبدالقوی دسنوی، یادگارِ سلیمان، پٹنہ: بہار اُردو اکادمی، ۱۹۸۴ء، صفحات ۲۰۷-۲۲۷)، اور بالخصوص اُن کی صد سالہ تقریباتِ ولادت کے حوالے سے برصغیر پاکستان و ہند کے مختلف شہروں میں جو سیمینار منعقد ہوئے (ان میں سے بعض کی رودادیں اور اِن میں پیش کردہ مقالات بھی شائع ہو چکے ہیں)، ان کے طفیل سیّد صاحب کی حیات و خدمات کے مطالعے کو مہمیز ملی ہے، تاہم سیّد صاحب کی عربی نظم و نثر کے مطالعے کو، اکا دکا مضامین سے قطع نظر، کسی نے اپنے مطالعے کا موضوع نہیں بنایا تھا۔ اس پس منظر میں ڈاکٹر سطوت ریحانہ نے زیرِ نظر کتاب تالیف کی ہے۔

یہ کتاب چھ ابواب میں منقسم ہے۔ باب اوّل میں سیّد صاحب کے احوالِ زندگی بیان کرتے ہوئے عربی زبان و ادب سے اُن کی دلچسپی پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز عربی زبان کی تدریس کے

حوالے سے سیّد صاحب کی اُن مساعی پر گفتگو کی گئی ہے جو انہوں نے دینی مدارس کی اصلاح کی غرض سے کی تھیں۔ باب دوم میں سیّد صاحب کی تالیفات ''دروس الادب'' اور ''لغاتِ جدیدہ'' کا تعارف دیا گیا ہے۔ باب سوم ماہنامہ ''البیان'' اور ماہنامہ ''الضیاء'' میں شائع شدہ اُن کی تحریروں کے تعارف کے لیے مختص ہے۔ باب چہارم میں چھ کتابوں (محمد سعید انصاری کی مرتبہ ''ملتقط جامع التأویل لمحکم التنزیل''، علامہ حمیدالدین فراہی کی ''امعان فی اقسام القرآن'' اور ''فاتحہ تفسیر نظام القرآن''، ابوالبرکات ہبۃ اللہ بغدادی کی ''کتاب المعتبر''، امام ابن تیمیہ کی ''الرد علی المنطقیین'' اور حاجی معین الدین ندوی کی ''معجم الامکنہ التی لھا ذکر فی نزھۃ الخواطر'') پر سیّد صاحب کے ''مقدمات'' کا تعارف ہے۔ باب پنجم میں سیّد صاحب کے اُن چار مکتوب الیہم کا تعارف دیا گیا ہے جن کے نام ۱۲ عربی مکتوبات محترمہ سطوت ریحانہ کو دستیاب ہوئے ہیں، نیز ان مکتوبات کی اہمیت پر گفتگو کی گئی ہے۔ باب ششم سیّد صاحب کی عربی شاعری کے مطالعے کے لیے مختص ہے۔ آخر میں حسب قاعدہ ''کتابیات'' ہے۔

ڈاکٹر سطوت ریحانہ نے سیّد صاحب کی جن تحریروں پر مفصل اظہار خیال کیا ہے، ان میں سے بعض انہوں نے بطور ضمیمہ (صفحات ۱۴۷-۲۲۳) نقل کی ہیں، اور یہ تحریریں بڑی حد تک سیّد صاحب کے مقالات، [اداریتی] شذرات، مقدماتِ کتب، مکتوبات اور منظومات کی نمائندہ ہیں۔

ڈاکٹر سطوت ریحانہ نے سیّد سلیمان ندوی کی عربی تحریروں کی تلاش میں خاصی محنت ہے، اور دستیاب تحریروں کا مناسب سلیقے کے ساتھ تعارف لکھا ہے، تاہم عربی زبان و ادب کے ارتقاء میں سیّد صاحب کی خدمات کے لیے جس پس منظر کی ضرورت تھی، اس پر روشنی نہیں ڈالی جا سکی، اس لیے سیّد صاحب کے کام سے عربی زبان و ادب کے ارتقاء کی نوعیت واضح نہیں ہوتی، البتہ عربی زبان و ادب کے حوالے سے سیّد صاحب کی تحریریں بڑی حد تک سامنے آگئی ہیں۔ سیّد صاحب کے ''مقالات و شذرات'' کے تعارف میں لکھا گیا ہے: ''اُن کے عربی مقالات ''المنار''، ''البیان'' اور ''الضیاء'' میں شائع ہوئے تھے'' (ص ۵۵)، مگر پوری کتاب میں نہ ''المنار'' (قاہرہ) کی کسی تحریر کا ذکر آیا ہے اور نہ اس کا تعارف لکھا جا سکا ہے۔ اگر ''المنار'' میں سیّد صاحب کی تحریروں کے شائع ہونے کی اطلاع درست ہے تو ڈاکٹر صاحبہ سے ہماری یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ ''المنار'' کی مجلدات سے اُن کا کھوج لگایا جائے۔

کتاب کے باب پنجم میں سیّد صاحب کے مکتوب الیہم کا تعارف لکھا گیا ہے، جس میں مولانا مسعود عالم ندوی، اور اسی طرح علامہ عبدالعزیز میمن (م ۱۹۷۸ء) کی تاریخ ولادت اور ابتدائی زندگی کا ذکر کیا گیا ہے، مگر ان کے آخری ایام اور تاریخ وفات کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ پروفیسر براؤن اور پروفیسر مارگولیتھ کا تعارف بھی از حد تشنہ ہے۔

''--- سیّد سلیمان ندوی کی خدمات'' مناسب سطح کی کتابت کے ساتھ شائع ہوئی ہے، البتہ ضمیمے میں دی گئی منتخب عربی تحریروں میں سے بعض کا متن خوبصورت ٹائپ میں کمپوز کرایا گیا ہے، اور بعض تحریروں کا متعلقہ مآخذ سے عکس لے لیا گیا ہے۔ مولانا عبدالعزیز میمن کے نام سیّد صاحب کے ایک مکتوب کی شکل میں اُن کا سوادِ تحریر بھی پیش کیا گیا ہے (ص۵)۔

اُمید ہے کہ کتاب، برصغیر میں عربی زبان و ادب اور اِس کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے مختصر حلقے میں پذیرائی حاصل کرے گی۔